The Journal of Arts, Sociology and Humanities

**Vol 2 No 1 Mar 2024**

**The Journal of Arts, Sociology and Humanities (The JASH)**
**thejash.org.pk**
**principal@thejash.org.pk**

# اقبال کے تصورِ جنت و دوزخ پر اعتراضات ۔ایک جائزہ

# Objections on Iqbal's Concepts of Heaven and Hell. An analysis

**ڈاکٹر محمد مسعود الحسن بدر**

## Abstract

Allama Iqbal is a genius, who has presented different concepts in his prose and poetry.That's why Iqbal's concepts about Heaven and Hells depend upon modern theory. He developed an Idea that Heaven and Hell are not states but localities. Allama Iqbal is not alone in this perception but many others great Sahaba and ulamaa also have same point of view about Heaven and Hell. Allama ibn-e-qum, Hafiz Ibn-e-Teemia, and Sheikh Maqabili are prominent from them. Iqbal's concepts that "Khlaood" means not eternity but it is a specfic time period.

Allama Iqbal said that sinners will not remain in the Hell forever but they will get freedom from the Hell gradually according to their pureness of "Khuddi" where Iqbal has gotten favour from many Ulama and Soofia, on the other hand some great personalities criticized Iqbal's point of view Molana saeed Ahmed Akbar Abadi has defended Iqbal's concepts in logical ways.

**Key-words:** Genius, modern theory, heaven, hell, Khalood, sinners, khuddi, logical ways.

## Introduction

اقبال نے **'جنت ودوزخ'** کے روایتی تصور سے ہٹ کرایک جدید تصور پیش کیا ہے گویا اقبال کے ہاں روایت سے انقطاع کی جگہ روایت سے ارتباط ہے مگر یہ ارتباط روایتی ہر گز نہیں اس لیے ان کے نزدیک جنت اور دوزخ **'مقامات '**نہیں بلکہ **'احوال'** ہیں۔ اگرچہ علما کی اکثریت دوزخ کی ابدیت کی قائل ہے لیکن دوزخ کی ابدیت کے انکار میں علامہ اقبال تنہا نہیں ہیں۔صحابہ کرام،تابعین اور علمائے اکرام کی ایک موقر جماعت گو مختصر سہی،ان کے ساتھ ہے اور یہ سب کچھ اس لیے کہ علامہ کے دل و دماغ پر رحمتِ خداوندی کے تصور کا غیر معمولی غلبہ ہے۔[1] جنت اور دوزخ کے سلسلے میں علامہ اقبال کے خیالات کا اظہار**'چوتھے خطبے'** بہ عنوان : خودی، جبروقدر، حیات بعدالموت ،کے آخرمیں ملتا ہے ۔جنت اور دوزخ اور خلود کے تصور کو اقبال نے اپنے انگریزی خطبات میں یوں درج کیا ہے۔

*"Heaven and Hell are states not localities.The descriptions in the Quran are visual representations of an inner fact, i.e. character. Hell, in the words of the Quran, is*

---

[1] مولانا سعید احمد اکبر آبادی، ۱۹۸۷ء

*God's kindled fire which mounts above the hearts-the painful realization of one's failure as a man. Heaven is the joy of triumph over the forces of disintegration."*[2]

جنت اور دوزخ احوال ہیں ، مقامات یعنی کسی جگہ کا نام نہیں چناں چہ قرآن مجید میں ان کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے ، اس سے مقصود بھی یہی ہے کہ داخلی حقیقت، یعنی انسان کے اندرونی احوال کا نقشہ اس کی آنکھوں میں پھر جائے - جیسا کہ دوزخ کے بارے میں ارشاد ہے کہ **"اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ، جو دلوں تک پہنچتی ہے، بہ الفاظ دیگر وہ انسان کے اندر بہ حیثیتِ انسان اپنی ناکامی کا دردانگیز احساس ہے جیسے بہشت کا مطلب ہے فنا اور ہلاکت کی قوتوں پر غلبے اور کامرانی کی مسرت"** -[3] جنت اور دوزخ کے حوالے سے اقبال کو ہدف تنقید بنانے والوں میں ان کے مخالفین،ناقدین اور معتقدین سبھی شامل ہیں -ان میں پروفیسر محمد رفیق ،ڈاکٹر وحید عشرت، محمد سہیل عمر،ڈاکٹر برہان ا لدین فاروقی،ڈاکٹر محمد البھی ، الطاف احمد اعظمی اور علی عباس جلالپوری وغیرہ نمایاں ہیں- **پروفیسر محمد رفیق** اپنے مضمون **"اقبال کا تصورِ جنت و دوزخ"** میں بھی اقبال کے اس تصور کو رد کرتے ہیں-انھوں نے **'خلود'** پر بھی قرآن و حدیث ،عربی لغات اور مفسرین کے حوالے دے کر اس بات کو تقویت دی کہ **'خالدین'** یا **'خلود'** سے مراد **'زمانی مدت'** نہیں بل کہ ہمیشہ ہمیشہ مراد ہے -نیز جنت و دوزخ مقامات ہیں احوال نہیں-[4]

ڈاکٹروحید عشرت نے بھی اپنے مضمون بہ عنوان" **اقبال اور تصورِ جنت و دوزخ**" میں قرآنِ حکیم اور متعدد تفاسیر کے حوالے سے اقبال پر تنقید کی ہے-وہ لکھتے ہیں: **"اگر جنت اور دوزخ کو صرف نفسیاتی احوال و کیفیات تک محدود کر دیا جائے اور مقامات کی بجائے صرف درجات میں محصور کر دیا جائے تو جنت و دوزخ اپنی کشش کھو دیں گے اور اس کے اثرات فوری طور پر انسانی اعمال کو ضعیف کرنے پر مرتب ہوں گے-----اس بات میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ جہنم میں تھوڑی مدت گزار کر جنت میں جانے کا دعویٰ غلط ہے اور 'خالدین' سے مراد ہمیشہ ہمیشہ ہے کچھ مدت نہیں -اللہ نے نہایت تلخ الفاظ میں اس کو واضح کر دیا ہے ----ان تمام مباحث کی جو بھی نوعیت ہو اللہ ہی کو معلوم ہے مگر ان مباحث سے جنت اور دوزخ کے مقامات ہونے سے انکار ممکن نہیں بل کہ اگر جنت اور دوزخ کو بھی تمثیل،استعارہ اور خیال سے ملوث کر دیا گیا تو پھر ہر چیز استعارہ اور تمثیل بن کر رہ جائے گی-"**[5]

ڈاکٹر برہان الدین فاروقی کے نزدیک اقبال کا یہ کہنا کہ جنت و دوزخ **'مقامات'** نہیں**'احوال'** ہیں ناقابلِ قبول ہے،وہ لکھتے ہیں: **"قرآن مجید میں بیان کردہ "جنت و دوزخ" کو 'مقامات' کے بجائے 'احوال' قرار دینا یعنی ان کی مکانی حیثیت کو ختم کر کے انھیں محض باطنی واردات تصور کرنا، سب مسلمانوں کے روایتی مذہبی یا دینی شعور کے لئے ناقابلِ قبول صورتیں ہیں-"**[6] الطاف احمد اعظمی کے خیال میں اقبال کے جنت اور دوزخ کے تصور کی تائید قرآنِ مجید کے بیانات سے نہیں ہوتی- نیز دوزخ اصلاح خانہ نہیں اور نہ ہی خدا کا غیض و غضب ہے - ان کے الفاظ میں: **"جنت اور دوزخ سے متعلق اقبال نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کی تائید قرآنِ مجید کے بیانات سے نہیں ہوتی،دوزخ کو اصلاحی عمل یا اصلاح خانہ (*Reformatory Home*) قرار دینا صحیح نہیں ہے---فی الواقع جہنم نہ تو شفاخانہ ہے اورنہ ہی جہنم کی سزاؤں کی علت خدا کا قہرو غضب یعنی جذبۂ انتقام ہے -کہ اس عیب سے وہ بالکل پاک ہے- اس کا مقصد تادیب و اصلاح بھی نہیں جیسا کہ اقبال نے لکھا ہے- جہنم کا وجود دراصل خدا کے قانونِ عدل کے ظہور سے وابستہ ہے-"**[7]

---

Allama Iqbal ,1982[2]
[3] ترجمہ سید نذیر نیازی، جون ۲۰۱۲ء
[44] ترجمان القرآن، شمارہ نومبر ۱۹۸۸ء
[5] ڈاکٹر وحید عشرت، ،مارچ ۲۰۰۹ء
[6] ڈاکٹر جاوید اقبال،۲۰۱۱ء
[7] الطاف احمد اعظمی،

علی عباس جلالپوری اقبال کے تصورِ 'جنت و دوزخ' کو غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: **"اقبال معاد و بقا کو مشروط قرار دیتے ہیں۔یعنی ان کے نزدیک جن اشخاص کی خودیاں فطری ماحول کے خلاف کشمکش کرنے اور عزائم و مقاصد کی تخلیق و تکمیل سے مضبوط ہوں جائیں گی وہی بقائے دوام اور بعث و حشر کی حقدار ہوں گی ،باقی سب جسم کی موت کے ساتھ فنا ہو جائیں گی ۔۔۔اس عجیب و غریب غیر اسلامی عقیدے کی توثیق میں اقبال حسبِ دستور ایسی قرآنی آیات سے استناد فرماتے ہیں جن کے ظاہری اور حقیقی معنی کو اس مشروط بقا سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے "۔**[8] وہ علامہ اقبال کا ایک اقتباس نقل کر کے لکھتے ہیں کہ :**" جنت اور دوزخ کے تصورات حیات بعد الموت کے عقیدے سے وابستہ ہیں۔اس لیے جن لوگوں نے بعث بعد موت سے انکار کیا ہے انھوں نے نعیمِ جنت اور عذابِ دوزخ سے بھی انکار کیا ہے اور انھیں محض نفسی کیفیات قرار دیا ہے۔اقبال بھی اخوان الصفااور دوسرے باطنیوں کی طرح جنت و دوزخ کو نفسی کیفیات ہی سے تعبیر کرتے ہیں"۔**[9]

محمد سہیل عمر کے نزدیک 'جنت اور دوزخ 'کو جس طرح یہاں مقامات کے بجائے 'احوال' قرار دیا گیا ہے اس میں ترجمے کی نارسائی کا دخل ہے۔وہ اپنی کتاب خطبات اقبال - نئے تناظر میں لکھتے ہیں کہ : **" جنت جہنم کو اس بیان میں جو احوال سے تعبیر کیا گیا ہے اور مقامات قرار نہیں دیا گیا تو ہمارا اندازہ ہے کہ یہاں ترجمے کی نارسائی کا دخل ہے۔وہ کہتے ہیں کہ** States **کا ترجمہ احوال کی بجائے سیاق و سباق کی رعایت سے مراتب (وجود) ہونا چاہیے بایں معنی جنت جہنم ہمارے زمان و مکان کے اسیر مرتبہ وجود کی '' جگہیں'' نہیں ہیں بل کہ مختلف مرتبہ وجود کے حقائق ہیں"**[10]

ممتاز اسکالر اور اقبال شناس احمد جاوید نے محمد سہیل عمر کے اس نقطہ نظر کو رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

**"سہیل عمر نے** States **کا جو ترجمہ تجویز کیا ہے اور اس پر جو دلیل دی ہے اسے ماننے میں چند رکاوٹیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ** States **کو مراتب وجود کے معنی میں لیا جائے تو سیاق و سباق مجروح ہو جائے گا۔اقبال نے یہ** Localities **کی ضد کے طور پر استعمال کیا ہے جبکہ جنت اور دوزخ کو مراتب (وجود) کہنے کا مطلب یہی ہو گا کہ وہ** Localities **ہیں باقی یہ کہنا کہ جنت جہنم ہمارے زمان و مکان کے اسیر مرتبہ وجود کی جگہیں نہیں ہیں بل کہ مختلف مرتبہ وجود کے حقائق ہیں شوآن وغیرہ کے اثر سے سرزد ہو جانے والی عبارت آرائی ہے جسے سنجیدگی سے نہیں لینا چاہیے"**[11]

سید سلیمان ندوی نے بھی اقبال کے موقف کی تائید کی ہے اور دوزخ کو قید خانے کی بجائے شفاخانہ قرار دیا ہے ۔اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں: **" دوزخ کی مثال یہ نہیں ہے کہ وہ مجرموں کے لیے قید خانہ ہے بل کہ وہ بیماروں کے لیے شفا خانہ ہے ۔بیمار کو شفاخانہ کے اندر بھی ہر قسم کی تکلیفیں محسوس ہوتی ہیں ،درد،اعضا شکنی، تشنگی،شدت سوزشِ جسم۔وہاں کڑوی سے کڑوی دوا بھی دی جاتی ہے ،بدمزہ سے بد مزہ کھانا بھی کھلایا جاتا ہے ،ضرورت ہو تو اس کو نشتر دیا جاتا ہے ،اس کا کوئی عضو کاٹا جاتا ہے ،کوئی داغا جاتا ہے ،اور ان سب کی تکلیفیں اس کو اٹھانی پڑتی ہیں مگر یہ ساری ایذا رسانی کسی انتقام اور تکلیف دہی کی غرض سے نہیں ہوتی بلکہ عام صحت کی غلط کاریوں کیے برے نتائج سے اس کے جسم کو محفوظ رکھنے کی غرض سے کی جاتی ہے ۔اس کو جو تکلیفیں وہاں محسوس ہوتی ہیں وہ گو شفاخانہ کے اندر ہی محسوس ہوتی ہیں مگر ان کا سبب شفا خانہ نہیں بل کہ خود اس بیمار کا اصولِ صحت سے دانستہ یا نادانستہ انحراف کرنا اور اس کی وجہ سے ان بیماریوں میں مبتلا ہونا ہے۔"**[12] ان کے نزدیک **"اللہ تعالیٰ کی مقررہ مدت دراز کے بعد ایک دن جہنم کی آگ رحمتِ الٰہی کے چھینٹوں سے سرد**

---

[8] علی عباس جلال پوری، فروری ۲۰۰۳ء
[9] ایضاً ص : ۱۸۹
[10] محمد سہیل عمر ، ۲۰۰۸ء
[11] احمد جاوید ، جنوری ۲۰۰۱ء
[12] مولانا سید سلیمان ندوی، ۲۰۰۶ء

**ہو جائے گی[13]۔**

جب کہ مولانا سید مودودی کے خیال میں کہ یہ اللہ کی عنایت اور کرم پر منحصر ہے کہ وہ چاہے تو گناہ گاروں کو جہنم میں رکھے یا وہاں سے نکال دے۔وہ لکھتے ہیں: **"یعنی ان کا جنت میں ٹھہرنا بھی کسی ایسے بالاتر قانون پر مبنی نہیں ہے جس نے اللہ کو ایسا کرنے پر مجبور کر رکھا ہو۔ بلکہ یہ سراسر اللہ کی عنایت ہو گی کہ وہ ان کو وہاں رکھے گا اگر وہ ان کی قسمت بدلنا چاہے تو اسے بدلنے کا پورا اختیار ہے"[14]**

اسی طرح شاہ ولی اللہ بھی جنت و دوزخ کی تشریحات و تصریحات کے لیے قرآنی تعلیمات کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ 'ثواب و عذاب' ارواح کے احوال ہیں۔ ان کے خیال میں: **"جنت خوشی کے احوال کا عین ہو گی اور دوزخ غمی اور سزا کا عین ہو گی مگر قرآن میں جنت اور دوزخ کے بارے میں بار بار جو تصریحات و تشریحات بطور ایک مقام کے آئی ہیں ان کا بھی انکار ان سے ممکن نہ ہو سکا کیوں کہ وہ اتنی واضح ہیں اور اتنی مفصل ہیں کہ ایک مقام یعنی جگہ کے سوا کوئی اور خیال ان کے بارے میں دل میں آ ہی نہیں سکتا۔چنانچہ انھوں نے احوال اور مقامات کہہ کر دونوں کو مطمئن کر دیا۔"[15]**

مولانا وحید الدین خان کی تذکیر القرآن، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفہیم القرآن، مفتی محمد شفیع کی تفسیر معارف القرآن اور پیر کرم شاہ الازہری کی ضیاء القرآن میں بھی جنت اور دوزخ کی تفصیل ملتی ہے جس میں انھوں نے بغیر کسی تردد کے **'خلود'** اور **'خالدین'** کا مفہوم واضح کیا ہے۔اسی طرح حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال نے قرآن حکیم کے الفاظ خلود یا خالدین کی جو وضاحت کی ہے اس کے مطابق خلود سے مراد ہمیشگی نہیں صرف ایک خاص 'زمانی مدت' ہے جو بالآخر ختم ہو جائے گی یعنی دوزخ میں گنہگار ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نہیں رہیں گے بل کہ کچھ عرصہ گزار کر اور اپنی خودی کی تطہیر کے بعد رحمت خداوندی سے عذاب دوزخ سے نجات حاصل کر لیں گے۔ علامہ اقبال لکھتے ہیں:

*The word 'eternity' used in certain verses, relating to Hell, is explained by the Quran itself to mean only a period of time (78:23). Time cannot be wholly irrelevant to the development of personality. Character tends to become permanent; its reshaping must require time. Hell, therefore, as conceived by the Quran, is not a pit of everlasting torture inflicted by a revengeful God; it is a corrective experience which may make a hardened ego once more sensitive to the living breeze of Divine Grace. Nor is Heaven a holiday. Life is one and continuous. Man marches always onward to receive ever fresh illuminations from an Infinite Reality which every moment appears in a new glory. And the recipient of Divine illumination is not merely a passive recipient. Every act of a free ego creates a new situation, and thus offers further opportunities of creative unfolding.* [16]

**''قرآن مجید نے لفظ ''خلود'' کی تشریح بھی دوسری آیات میں اس طرح کر دی ہے کہ اس سے مراد محض ایک مدت زمانی (۷۸:۲۳) ہے۔ یوں بھی انسانی سیرت کا تقاضا ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرے، اس میں سختی اور پختگی پیدا ہوتی جائے، لہذا سیرت اور کردار کی تبدیلی کے لیے بھی وقت کی ضرورت ہو گی۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جہنم بھی کوئی ہاویہ (گڑھا) نہیں**

---

[13] ایضاً ص: ۷۷۹
[14] سید ابوالاعلیٰ مودودی، اپریل ۲۰۱۹ء
[15] ڈاکٹر وحید عشرت، مارچ ۲۰۰۹ء
[16] Allama Iqbal,1982

**جسے منتقم خدا نے اس لیے تیار کر رکھا ہے کہ گنہگار ہمیشہ اس میں گرفتار عذاب رہیں - وہ در حقیقت تادیب کا ایک عمل ہے تاکہ جو خودی پتھر کی طرح سخت ہو گئی ہے وہ پھر رحمت خداوندی کی نسیم جاں فزا کا اثر قبول کر سکے - لہذا جنت بھی لطف و عیش یا آرام و تعطل کی کوئی حالت نہیں - زندگی ایک ہے اور مسلسل ، اور اس لیے انسان بھی اس ذات لا متناہی کی نو بہ نو تجلیات کے لیے ، جس کی ہر لحظہ ایک نئی شان ہے ، ہمیشہ آگے ہی بڑھتا رہے گا - پھر جس کسی کے حصے میں یہ سعادت آئی ہے کہ تجلیات الٰہیہ سے سرفراز ہو وہ صرف ان کے مشاہدے پر قناعت نہیں کرے گا - خودی کی زندگی اختیار کی زندگی ہے جس کا ہر عمل ایک نیا موقع پیدا کر دیتا ہے اور یوں اپنی خلاقی اور ایجاد و طباعی کے لیے نئے نئے مواقع بہم پہنچاتا ہے۔**[17]

گویا اقبال کے ہاں قرآن مجید میں دوزخ میں مستقلاً پڑے رہنے کے بارے میں مستعمل اصطلاحات **'خلود'** اور **'احقاب'**[18] سے مراد ایک مخصوص مدتِ زمانی ہے ،اور دوزخ یا جہنم کوئی 'ہاویہ 'نہیں جس میں گناہ گار ہمیشہ عذاب برداشت کریں گے ،نہ جنت کوئی مستقل عیش و آرام کی کوئی کیفیت ہے ۔زندگی ایک تسلسل ہے اس لئے انسان خدا کی نو بہ نو تجلیات کے مشاہدہ کے لئے آگے بڑھتا رہے گا۔ مولانا سید مودودی قرآن کی **'سورہ ہود'** کی تشریح میں لکھتے ہیں : **"ان الفاظ سے یا تو عام آخرت کے زمین و آسمان مراد ہیں یا پھر محض محاورے کے طور پر ان کو ہمیشگی کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے - بہرحال موجودہ زمین و آسمان تو مراد نہیں ہو سکتے – کیوں کہ قرآن کے بیان کی رو سے یہ قیامت کے روز بدل ڈالے جائیں گے اور یہاں جن واقعات کا ذکر ہو رہا ہے وہ قیامت کے بعد پیش آنے والے ہیں– (آیت نمبر ۱۰۸) یعنی کوئی اور طاقت تو ایسی ہے ہی نہیں جو ان لوگوں کو اس دائمی عذاب سے بچا سکے - البتہ اگر اللہ تعالیٰ خود ہی کسی کے انجام کو بدلنا چاہے یا کسی کو ہمیشگی کا عذاب دینے کی بجائے ایک مدت تک عذاب دے کر معاف کر دینے کا فیصلہ فرمائے تو اسے ایسا کرنے کا اختیار ہے کیوں کہ اپنے قانون کا وہ خود ہی واضع ہے کوئی بالاتر قانون ایسا نہیں جو اس کے اختیارات کو محدود کرتا ہو"**[19]

مفتی محمد شفیع اپنی تفسیر **'معارف القرآن'** میں **'احقاف'** کی وضاحت میں لکھتے ہیں : **"سو جو لوگ شقی ہیں وہ تو دوزخ میں ایسے حال سے ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ و پکار پڑی رہے گی اور ہمیش ہمیش کو اس میں رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں (یہ محاورہ ہے ابدیت کے لیے) اور کوئی نکلنے کی سبیل نہ ہو گی ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے (کیوں کہ) آپ کا رب جو کچھ چاہے اس کو پورے طور پر کر سکتا ہے (مگر باوجود قدرت کے یہ یقینی ہے کہ خدا یہ بات نہ چاہے گا اس سے نکلنا نصیب نہ ہو گا) اور رہ گئے وہ لوگ جو سعید ہیں سو وہ جنت میں ہوں گے (اور) وہ اس میں (داخل ہونے کے بعد) ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے - جب تک آسمان زمین قائم ہیں (گو جانے سے قبل کچھ سزا بھگتی ہو) وہ بھی غیر منقطع عطیہ ہو گا۔"**[20]

اس سلسلے میں جامع تفسیر (جسٹس) پیر کرم شاہ ازہری نے کی ہے - **"آیت میں آسمان اور زمین سے موجودہ آسمان و زمین مراد نہیں کیوں کہ یہ تو اس وقت فنا کر دیئے جائیں گے بل کہ عالم آخرت کے آسمان و زمین مراد ہیں جو ابدی ہوں گے اور اگر آیت میں یہی زمین و آسمان مراد ہوں تو پھر کفار کے ابدی عذاب کو ان الفاظ سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب جب کسی چیز کو ابدیت اور دوام ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو انہی الفاظ سے اس کو تعبیر کرتے ہیں ۔"**[21]

ڈاکٹر وحید عشرت اقبال کے جنت اور دوزخ کے **'مقامات'** کے تصور کو قبول نہیں کرتے وہ قرآنی آیات کے حوالے دیتے ہوئے لکھتے ہیں : **"پھر دوزخ کے مقام ہونے کے بارے میں قرآن مجید میں اتنے واضح دلائل ، نظائر اور نصوص موجود**

---

[17] ترجمہ سید نذیر نیازی ،جون ۲۰۱۲ء
[18] مولانا مودودی ، اپریل ۲۰۱۹ء
[19] سید ابوالاعلیٰ مودودی ، ،اپریل ۲۰۱۹ء
[20] مولانا مفتی محمد شفیع، ۱۴ستمبر ۲۰۱۷ء
[21] پیر کرم شاہ ، ضیاء القرآن ، ۱۹۹۵ء

ہیں ، جن سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا اور ان شواہد کی موجودگی میں دوزخ کا کوئی ایسا مفہوم مراد نہیں لیا جا سکتا جو دوزخ ہی سے متعلق قرآن مجید کی دوسری تصریحات سے متصادم یا ان کے منافی ہو ۔ قرآن حکیم میں جگہ جگہ دوزخ کو بئس المصیر (البقرہ ۱۲۶) اور بئس المھاد (آل عمران ۱۲) کہا گیا ہے ، جن کے معنی ہیں '' برا ٹھکانا '' ۔ کہیں اسے دارالفاسقین فاسقوں کا گھر (الا عراف ۱۴۵) قرار دیا ہے ۔ کبھی اسے دار البوار (ہلاکت خانہ ۔ ابراہیم ۔ ۲۸) کا نام دیا گیا ہے ۔ کبھی اسے مثوی الظالمین (ظالموں کے رہنے کی جگہ ۔آل عمران ۵۱) سے تعبیر کیا گیا ہے ، کبھی اسے بئس القرار (بری جگہ ۔ ابراہیم ۔۲۹) بتایا ہے ، اور کہیں اسے ھاویہ (گڑھا ۔ القارعہ ۹) کہا ہے۔ قرآن مجید کی اس قدر کثیر نصوص اور تعلیمات کے ہوتے ہوئے آخر سورۃ ہمزہ کے مذکورہ حوالے کی بنیاد پر یہ کہنے کی گنجائش کہاں ہے کہ دوزخ کوئی مقام نہیں ہے اور ناکامی کے دردانگیز احساس کی کیفیت کا نام ہے۔[22]

مولانا امین احسن اصلاحی تحریر کرتے ہیں۔ "لٰبثین فیھا احقاباً ، احقاب'' کے معنی قرنوں کے ہیں ۔ اس کی وضاحت قرآن میں جگہ جگہ خٰلدین فیھا ابداً کے الفاظ سے ہو گئی ہے ۔یعنی وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بعض لوگوں نے اس سے طویل مدت مراد لے کر یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کی ہے کہ جہنم بالآخر ایک دن ختم ہو جائے گی ۔ لیکن یہ رائے غلط ہے ۔ زبان کے سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ مجمل کی شرح مفصل کی روشنی میں کرتے ہیں نہ کہ مفصل کی شرح مجمل کی روشنی میں ۔ خٰلدین فیھا ابداً کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ مفصل ہیں اور لفظ احقاب مجمل ۔ اس مجمل کو مفصل کی روشنی میں سمجھیں گے نہ کہ اس کے برعکس۔ علاوہ ازیں یہاں انجام باغیوں اور سرکشوں کا بیان ہوا ہے ، جس کے لیے قرآن کے دوسرے مقامات میں یہ تصریح ہے کہ ان کو جہنم سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا"[23]

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی بیان کرتے ہیں کہ: "اصل میں لفظ احقاب استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں پے در پے آنے والے طویل زمانے ، ایسے مسلسل ادوار کہ ایک دور ختم ہوتے ہی دوسرا دور شروع ہو جائے ۔ اس لفظ سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کرنے کی کوشش کی ہے کہ جنت کی زندگی میں تو ہمیشگی ہو گی اور جہنم میں ہمیشگی نہیں ہو گی ۔ کیوں کہ یہ مدتیں خواہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہوں ، بہر حال جب مدتوں کا لفظ استعمال کیا گیا ہے تو اس سے یہی متصور ہوتا ہے کہ وہ لامتناہی نہ ہوں گی بل کہ کبھی نہ کبھی جا کر ختم ہو جائیں گی ۔ لیکن یہ استدلال دو وجوہ سے غلط ہے ۔ ایک یہ کہ عربی لغت کے لحاظ سے ''حقب '' کے لفظ ہی میں یہ مفہوم شامل ہے کہ ایک حقب کے پیچھے دوسرا حقب ہو ۔ اس لیے احقاب لازماً ایسے ادوار ہی کے لیے بولا جائے گا جو پے در پے ایک دوسرے کے بعد آتے چلے جائیں اور کوئی دور بھی ایسا نہ ہو جس کے پیچھے دوسرا دور نہ آئے ۔ دوسرے یہ کہ کسی موضوع کے متعلق قرآن مجید کی کسی آیت سے کوئی ایسا مفہوم لینا اصولاً غلط ہے جو اسی موضوع کے بارے میں قرآن کے دوسرے بیانات سے متصادم ہوتا ہو ۔ قرآن میں ۳۴ مقامات پر اہل جہنم کے لیے خلود ہمیشگی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ، اور ایک جگہ صاف صاف ارشاد ہوا ہے کہ ''وہ چاہیں گے کہ جہنم سے نکل جائیں ، مگر وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں ہیں اور ان کے لیے قائم رہنے والا عذاب ہے ۔ (المائدہ : آیت ۳۷) ---- ان تصریحات کے بعد لفظ احقاب کی بنیاد پر یہ کہنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ جہنم میں خدا کے باغیوں کا قیام دائمی نہیں ہو گا ، بل کہ کبھی نہ کبھی ختم ہو جائے گا ۔"[24]

مولانا سعید اکبرآبادی نے جنت کے ضمن میں' ڈاکٹر محمد البھی 'کا یہ اعتراض نقل کیا ہے کہ : "اقبال زندگی کو مسلسل کہتے ہیں نیز یہ کہ جنت میں بھی انسان جد و جہد جاری رکھے گا ، اس طرح اقبال جنت میں انسان کو مکلف بالاعمال قرار دے دیتے ہیں حالانکہ اسلامی تعلیمات کی رو سے دنیا عمل کرنے کی جگہ ہے اور جنت اس کا پھل کھانے کا مقام ہے۔

---

[22] ڈاکٹر وحید عشرت ،مارچ ۲۰۰۹ء
[23] تدبر قرآن ، ۱۹۸۳ء
[24] مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ، اپریل ۲۰۱۹ء

وہاں فرصت اور فراغت ہو گی اور کسی قسم کی تکلیف اعمال نہیں ہو گی۔[25] اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے مولانا سعید احمد اکبر آبادی وضاحت کرتے ہیں: "تکلیف شرعی کے تحت اعمال کا سلسلہ واقعی مادی جسم کے خاتمے کے ساتھ ختم ہو جائے گا اور علامہ بھی اس کے منکر نہیں ہیں، لیکن جنت میں سعی و عمل کا سلسلہ تکلیف شرعی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس کا باعث وہ جذبہ ارتقائے روحانی ہے جو ذات مطلق کے ساتھ عشق و محبت بے لوث پر مبنی ہے۔"[26]

اس مقام پر علامہ اقبال کے موقف کی تقویت کے لیے مولانا موصوف نے سید سلیمان ندوی کا ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے جو انھوں نے ''جنت ارتقائے روحانی ہے'' کے زیر عنوان قلم بند کیا ہے۔ جس کا ملخص پیشِ خدمت ہے: "مادی و جسمانی خلقت و فطرت کی لاکھوں برس کی تاریخ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ مادے نے لاکھوں برس کے تغیرات کے بعد اس انسانی جسمانیت تک ترقی کی ہے۔ وہ پہلے جماد تھا پر نباتات کی شکل میں آیا پر حیوان کا قالب اختیار کیا پھر جسم انسانی کی شکل میں نمودار ہوا۔ یہ مادیت کی معراج ترقی ہے۔ لیکن انسانیت کا دوسرا رخ جو روحانیت سے عبارت ہے ہنوز اپنے آغازطفولیت میں ہے۔ کیا اس پر بھی اسی ارتقائی دور کے مدارج نہیں آئیں گے؟ ایک مادہ پرست صرف بام ارتقاء تک زینہ بہ زینہ چڑھ کر ٹھہر جاتا ہے لیکن مذہب اس سے بھی آگے لے چلتا ہے اور یہاں سے اڑ کر وہ مسقف آسمان تک پہنچتا ہے اور ملکوتیت کی سرحد کی ترقی شروع کرتا ہے...... دوزخ کے درجے میں ان لوگوں کے مقامات ہیں جو گویا ہنوز جمادی و نباتی و حیوانی منزلوں میں ہیں اور ممکن ہے وہ اس دار الامتحان میں اپنی استعداد کی کمی کے بقدر رہ کر آگے کی استعداد پیدا کر لیں اور ملکوتیت کی ترقی حاصل کر سکیں... بہشت کے مختلف مدارج ان کی استعدادوں کے مقامات ہیں جواپنی پہلی کی زندگی میں اس ترقی کی استعداد پیدا کر چکے تھے لیکن یہاں پہنچ کر بھی ان کی روحانی ترقی کا دروازہ بند نہ ہوگا بلکہ وہ بقدرِ استعداد تکمیل کے مدارج طے کرتے چلے جائیں گے۔"[27]

مولانا سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں: "اقبال اور مولانا سید سلیمان ندوی کے بیانات کا تقابلی مطالعہ کریں تو حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ اگر چہ مولانا نے گفتگو فلسفہ قدیم کی روشنی میں کی ہے اور اقبال نے فلسفہ جدید کی زبان میں اظہار خیال فرمایا ہے لیکن حاصل اور لب لباب دونوں کا ایک ہی ہے۔ اس اعتبار سے اقبال اپنے ناقدین کو خطاب کر کے کہہ سکتے ہیں کہ:

ہم دھرے جاتے ہیں ناحق کہیں آئے نہ گئے — اور میخانہ نشیں چور بنائے نہ گئے۔"[28]

اقبال کے 'تصور جنت اور دوزخ' کے اعتراضات کے دفاع میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی کا تجزیہ قابلِ توجہ ہے۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں کہ اس میں تو کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہو سکتا کہ قرآنِ مجید میں جنت اور دوزخ کو ان اعمال کی سزا اور جزا فرمایا گیا ہے جو انسان نے دنیوی زندگی میں کیے ہیں اور اقبال کا اس حقیقت پر ایسا ہی ایمان ہے۔ جیسا کہ خدا اور نبوت پر ہے مگر اب حسبِ ذیل تین سوال پیدا ہوتے ہیں:

۱۔ جنت کی نعمتیں اور دوزخ کی تکلیفیں مادی اور جسمانی ہیں یا روحانی اور معنوی

۲۔ دوزخ کا وجود دائمی ہو گا یا موقت اور محدود

۳۔ جنت میں عمل ہوگایا نہیں اور صرف فرصت ہوگی

اب ہم ترتیب وار ہر سوال کا جواب عرض کرتے ہیں:

---

[25] مولانا سعید احمد اکبر آبادی، ۱۹۸۷،

[26] ایضاً ص: ۵۸-۵۹

[27] ایضاً ص:۵۹-۶۰

[28] ایضاً ،ص:۶۱

۱۔ علامہ لکھتے ہیں جنت اور دوزخ احوال ہیں ،مقامات نہیں۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ علامہ جنت اور دوزخ کے منکر نہیں ہیں،البتہ ان کی جو صفات قرآن میں بیان کی گئی ہیں ان کا بیان وہ تمثیلی مانتے ہیں اور ان سے ان کے لفظی معنی مراد نہیں لیتےاور یہ خیال بالکل صحیح ہے ----وہ تمام آیات قرآنی جن میں مابعدالطبیعیاتی حقائق بیان کیے گئے ہیں وہ آیات متاشابہات میں شامل ہیں ---البتہ یہ یاد رکھنا چاہیئےکہ قرآن میں جنت اور دوزخ کا بیان مع ان کے مشملات وخصائص کے جس بسط وتفصیل اورتکرار کے ساتھ ہے اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ جنت اور دوزخ صرف احوال نہیں بل کہ مقامات بھی ہیں ۔ شیخ اکبر اور شاہ ولی اللہ بھی یہی فرماتے ہیں جیسا کہ نذیر نیازی نے اپنے تشریحی نوٹ میں لکھا بھی ہے ----اس بنا پر ہمارا خیال ہے کہ علامہ نے جہاں لکھا ہے:

**"Heaven and Hell are states not Localites"** وہاں ان کو آخر میں لفظ ***Only*** بھی لکھنا چاہیئے تھا۔

۲۔ دوسرے سوال کے جواب میں وہ لکھتے ہیں کہ اقبال کے نزدیک دوزخ ابدی نہیں بل کہ فنا پذیر ہے۔ علامہ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں دوزخ کے لیے جہاں کہیں خلودکا لفظ آیا ہے وہاں اس سے مراد دوام اور ہمیشگی نہیں ہے بل کہ ایک طویل مدت مراد ہوتا ہے۔ علامہ نے یہ صحیح کہا ہے کہ لغت میں خلود کا لفظ دوام اور طویل مدت دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اگرچہ علماء کی اکثریت دوزخ کی ابدیت کی قائل ہے لیکن دوزخ کی ابدیت کےانکار میں علامہ اقبال تنہا نہیں ہیں ۔ صحابہ کرام، تابعین عظام اور علمائے کرام کی ایک موقرجماعت گو مختصر سہی ، ان کے ساتھ ہے اور یہ سب کچھ اس لیے کہ علامہ کے دل و دماغ پر رحمت خداوندی کے تصور کا غیر معمولی غلبہ ہے۔

۳۔ تیسرے سوال کے ضمن میں مولانا لکھتے ہیں کہ اقبال کے نزدیک جہنم کوئی 'ہاویہ' نہیں بل کہ تادیب کا ایک عمل ہے۔ اسی طرح جنت میں عیش وتعطل کی کوئی حالت نہیں بل کہ انسان اس میں ذات لا متناہی کی تو نو بہ نو تجلیات کے لیے جس کی ہر لحظہ ایک نئی شان ہے، ہمیشہ آگے ہی آگے بڑھتا رہے گا۔ اس سے انکارممکن نہیں کہ علامہ نے جو کچھ کہا ہے مذاقِ عام کے خلاف ہے لیکن ابھی فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کیجئے اگر آپ اسلامی افکار کی تاریخ اور صوفیانہ لٹریچر خصوصاً حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربی(شیخ اکبر کے نذدیک برزخ میں ارواح کے لئے یہ موقع ہو گا کہ وہ اپنی اصلاح اور ترقی کے لئے جدوجہد کریں تاکہ برزخ کے بعد کے دورِ حیات میں وہ اس سے بہرہ اندوز ہو سکیں ۔[29]

حضرت مجدد الف ثانی ، شیخ احمد سرہندی اور خواجہ محمد معصوم نقشبندی کے ارشادات و ملفوظات اور مکتوبات کا مطالعہ دقتِ نظر سے کریں تو آپ کو ان میں ایسی عجیب و غریب باتیں نظر آئیں گی کہ آپ انگشت بدنداں ہو کر رہ جائیں گے۔ اس بنا پر علامہ نے ایسی انوکھی بات نہیں کہی جو علمائے حق یا معتمد ومستند صوفیائے کرام میں سے کسی نے نہ کہی ہو۔[30] ڈاکٹر محمد رفیع الدین پاکستان کے ایک ممتاز فلسفی ہیں جو کئی کلیدی عہدوں پر بھی فائز رہے ڈاکٹر اسرار احمد آپ کو علامہ اقبال کے معروف جانشینوں سے بہت آگے تصور کرتے ہیں[31]اور اقبال کے تصورات کے بہت بڑے شارح اور داعی ہیں لکھتے ہیں : **"بعض مخالفینِ مذہب کو غلط فہمی ہے کہ جزا اور سزا سے خدا فقط اپنی خوشنودی یا ناراضگی کا اظہار کرتا ہے ۔جسے چاہتا ہے انتقام کے لیے دوزخ میں ڈال دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے خوش ہو کر جنت میں داخل کر دیتا ہے لیکن حقیقتِ حال یہ نہیں۔ جزائے عمل باہر سے نہیں آتی بل کہ انسان کی فطرت کے قانون سے خود بخودپیدا ہوتی ہے ۔یہ قوانین خدا نے بنائے ہیں لیکن ان کا مقصد انتقام نہیں بل کہ انسان کی تربیت اور ترقی ہے ۔ قانون جزا کا منبع خواہ جزا کا تعلق اس دنیا سے ہو یا اگلی دنیا سے اللہ تعالیٰ کی صفتِ محبت و رحمت ہے جو اس کی جملہ صفات کا مرکز ہے اور اس قانون کی غرض یہ ہے کہ انسان کی خود شعوری اپنے کمال کو پہنچے----لہذا خود شعوری کی جنت خدا کا قرب ہے اور اس کا دوزخ خدا سے دوری---چوں**

---

[29] مولانا سعید احمد اکبر آبادی ، ۱۹۸۷ء
[30] ایضاً، ص: ۵۴ تا ۵۷
[31] ڈاکٹر اسرار احمد، جون ۱۹۸۷ء

کہ جنت اور دوزخ صرف خود شعوری کی ذہنی کیفیتوں سے پیدا ہوں گے لہذا جوں جوں خود شعوری کی محبت کا ارتقا ہوتا جائے گا اوراس کی ذہنی کیفیتیں اپنے تکلیف دہ عناصر کو کھوتی جائیں گی ۔اس کے لیے دوزخ کا عذاب کم ہوتا جائے گا اور جنت کی مسرتیں بڑھتی جائیں گی۔"[32] وہ آگے چل کر لکھتے ہیں : "کائنات یعنی نوعِ بشر کی خود شعوری پیہم ارتقا کرتی رہتی ہے اور اس کے ارتقا کا عمل کائنات کے مادی جسم کی فنا کے بعد بھی جاری رہتا ہے چوں کہ مادی کائنات کی فنا کے بعد ہر فرد کے اعمال آخری طور پر ختم ہو جائیں گے لہذا نوع کی خود شعوری کی کل ترقی کا حساب ہو گا جس کی وجہ سے نوعِ بشر کے مجموعی ارتقا میں ہر فردِ انسانی کا کل حصہ فی الفور دوزخ یا جنت میں اس کے مقام پر اثر انداز ہو گا ۔اس آخری حساب کے بعد نوعِ بشر کی ترقی بدستور جاری رہے گی ۔جس سے اس کا دوزخ رفتہ رفتہ جنت کی صورت اختیار کرے گا اور اس کی جنت کامل سے کامل تر ہو جائے گی ۔یہاں تک کہ خالقِ کائنات اپنے نصب العین کو پوری طرح سے حاصل کر لے گا اور پھر ایک اور کائنات کی تخلیق کی طرف توجہ کرے گا۔"[33] ڈاکٹر ایوب صابر نے اپنی تصنیف **'اقبال کے فہمِ اسلام پر اعتراضات ایک مطالعہ'** میں اپنے موقف کو تقویت دینے کے لیے دیگر اکابرین کے حوالے دیتے ہوئے اقبال کے موقف کی بھر پور تائید کی ہے ۔ان کے بہ قول علامہ اقبال کا یہ کہنا درست ہے کہ جنت و دوزخ **'احوال'** ہیں ۔[34] ڈاکٹر جاوید اقبال نے **'خطبات اقبال تسہیل و تفہیم'** میں مختلف اکابرین کے حوالے دے کر اقبال کے موقف کو درست قرار دیا ہے ۔[35] اقبال کے ہاں **'حیات بعد موت'** اور **'بقائے دوام'** میں فرق ہے ۔جہاں تک حیات بعد موت کا تعلق ہے نیک یا بد اعمال کے عذاب و ثواب سے ہے، اس حوالے سے اقبال جنت و دوزخ کو مقامات نہیں، بل کہ احوال قرا دیتے ہیں ۔وہ نہ تو جنت کو مسلسل تعطیل اور نہ دوزخ کو کوئی ابدی عذاب واذیت کا گڑھا خیال کرتے ہیں ۔خودی کی بہبود کے لیے یہ محض اصلاحی تجربے ہیں جن سے گزرنا ضروری ہے، لیکن اگر کوئی انسان ان تجربوں سے گزرنے کے بعد حیات کا مستحق نہیں یا خود ابدی موت کا خواہش مند ہے تو وہ اسے حاصل کر سکتا ہے۔ایسی صورت میں موت اس کے لیے ابدی نیند ہو گی ۔ بہ قولِ اقبال لیکن بقائے دوام شہدا کو ملتا ہے ۔اقبال کے خیال میں خودی کی پرورش اور استحکام ہی سے اسے غیر فانی بنایا جا سکتا ہے یعنی خودی کو اس طرح قائم اور برقرار رکھا جائے کہ موت بھی اس پر اثر انداز نہ ہو سکے ۔اس لئے مستقبل کے استحکام کے لیے خودی کی تربیت ناگزیر ہے ۔ خودی کا آغاز زمانِ مسلسل میں ہوتا ہے لیکن اس کی بقا کا تعلق زمانِ خالص سے ہے ۔موت کے بعد واپس کرۂ ارض پہ انسان کا آنا ناممکن ہے کیوں کہ خودی جن منازل سے ایک بار گزرتی ہے وہ پھر کبھی واپس نہیں آتی۔ خودی کے استحکام اور بقا کا مطلب ہے کہ وہ محدود ہونے کے باوجود اپنی یکتائی میں ایسی شدت پیدا کرے کہ نہ تو حشر کا ہنگامہ اور نہ رویتِ الٰہی کا جلوہ اس کے ہوش گُم کر سکے ۔

## حوالے وحواشی


**۱**۔ خطباتِ اقبال پر ایک نظر۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی، اقبال اکیڈمی پاکستان، لاہور، طبع ثانی ۱۹۸۷، ص:۵۸

**۲**۔ Allama Iqbal, The Recostrution of Religious Thoughts in Islam, SH.Muhammad Ashraf New Anarkali, Lahore, 1982, page No: 123

**۳**۔ ترجمہ سید نذیر نیازی، تشکیلِ جدیدِ الٰہیات اسلامیہ، بزمِ اقبال کلب روڈ لاہور.جون ۲۰۱۲ء، ص: ۱۸۳

**۴**۔ ترجمان القرآن، جلد:۱۰ ، شمارہ:۳۔۷، شمارہ نومبر ۱۹۸۸ء، ص : ۱۳۰

**۵**۔ ڈاکٹر وحید عشرت، اقبال فلسفیانہ تناظر میں، ادرہ مطبوعاتِ اسلامی، اردو بازار لاہور، مارچ ۲۰۰۹، صفحات :۲۸۰،۲۷۵، ۲۶۴


---

[32] 'ڈاکٹر محمد رفیع الدین، ۱۹۵۲،
[33] ایضاً ص: ۳۴۶۔۳۴۷
[34] ڈاکٹر ایوب صابر، ۲۰۱۶،
[35] ڈاکٹر جاوید اقبال، ۲۰۱۱ء

۶۔اقبال کی تشکیل نو۔انگریزی، غیر مطبوعہ مسودہ، ص: ۵۴تا ۶۱نیز دیکھیں: خطباتِ اقبال (تسہیل و تفہیم)، از ڈاکٹر جاوید اقبال، ص: ۱۳۶
۷۔الطاف احمد اعظمی، خطبات اقبال ایک مطالعہ، ص، ۱۷۵، ۱۷۴
۸۔ علی عباس جلال پوری، اقبال کا علم، کلام ، تخلیقات علی پلازہ، ۳۔ مزنگ روڈ لاہور، بارِ سوم، فروری ۲۰۰۳ء، صفحات: ۱۸۳۔ ۱۸۴
۹۔ ایضاً ص : ۱۸۹
۱۰۔ محمد سہیل عمر ، خطبات اقبال - نئے تناظر میں - اقبال اکادمی پاکستان لاہور ، طبع سوم ۲۰۰۸ءص : ۱۱۰
۱۱۔احمد جاوید ، اقبالیات مجلہ ، اقبال اکادمی پاکستان ، شمارہ جنوری ۲۰۰۱ء
۱۲۔ مولانا سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، جلد:۴، ص:۷۷۰
۱۳۔ایضاً ص :۷۷۹
۱۴۔سید ابوالاعلیٰ مودودی ، تفہیم القرآن ، جلد ۲ سورہ ہود پارہ ۱۲ص: ۳۶۹ ،حاشیہ نمبر۱۰۹،ادارہ ترجمان القرآن ،لاہور، اپریل ۲۰۱۹ء
۱۵۔ڈاکٹر وحید عشرت، 'اقبال اور تصورِ جنت و دوزخ' ، مشمولہ ،اقبال فلسفیانہ تناظر میں،ادارہ مطبوعات اسلامی،اردو بازار لاہور، مارچ ۲۰۰۹،ص:۲۶۲
۱۶۔Allama Iqbal, the Recostrution of Religious Thughts in Islam, SH.Muhammad Ashraf New Anarkali, Lahore, 1982, page No: 123
۱۷۔ترجمہ سید نذیر نیازی، تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ ، بزمِ اقبال کلب روڈ لاہور، جون ۲۰۱۲ء، ص: ۱۸۳تا ۱۸۴
۱۸۔اَحْقَابًا۔ حقبہ کی جمع ہے اور' حقبہ' بمعنی اسّی سال کا عرصہ یا اس سے زائد مدت، طویل اور غیر معینہ مدت (مفردات) اور اس کی جمع حقب بھی آتی ہے اور احقاب بھی یعنی اہل دوزخ پر جب ایک حقبہ گزر جائے گا تو دوسرا حقبہ شروع ہوجائے گا۔ پھر تیسرا گویا وہ لامتناہی مدت تک دوزخ میں ہی پڑے رہیں گے---- اس کی مقدار میں اقوال مختلف ہیں۔ ابن جریر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس کی مقدار اسی سال نقل کی اور ہر سال بارہ مہینے کا اور ہر مہینہ تیس دن کا اور ہر دن ایک ہزار سال کا۔ اس طرح تقریباً دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال کا ایک حقبہ اور حضرت ابوہریرہ، عبداللہ بن عمر، ابن عباس وغیرہ نے مقدار حقبہ اسی کے بجائے ستر سال قرار دی باقی حساب وہی ہے (ابن کثیر) الاحتقاب ( افتعال ) سوار کا اپنے پیچھے حقیبہ یعنی سامان سفر کا تھیلا باندھنا چناں چہ کہا جاتا ہے ۔ احتقبہ واستحقبہ اس نے اسے پلان کے پیچھے باندھ لیا ۔ حقب البعیر شتر کے غلاف نرہ میں اس کے تنگ کے داخل ہونے کی وجہ سے پیشاب کا رک جانا یا تکلیف سے آنا ۔ الاحقب سرخ رنگ کا گورخر بعض نے کہا ہے کہ احقب اس گورخر کو کہتے ہیں جس کے دونوں پہلو باریک ہوں اور بعض نے کہا ہے کہ سفید پہلوؤں والے گور خر کو کہاجاتا ہے اس کا مونث حقباء ہے ۔(معارف القرآن، جلد ہشتم، ص:۶۵۶) مولانا مودودی نے تفہیم القرآن جلد ۶، صفحہ نمبر ۲۲۹میں سورۃ النبا کے حاشیہ نمبر :۱۵ میں اس کی تفصیل بیان کی ہے ۔
۱۹۔سید ابوالاعلیٰ مودودی ، تفہیم القرآن ، جلد ۲سورہ ہود پارہ ۱۲ ص ۳۶۹ ،حاشیہ نمبر: ۱۰۷، ادارہ ترجمان القرآن ،لاہور، اپریل ۲۰۱۹ء
۲۰۔ مولانا مفتی محمد شفیع،معارف القرآن ، جلد چہارم ص: ۶۶۸سورہ ہود آیت : ۱۰۷۔ ۱۰۸ادارہ المعارف کراچی۔ ۱۴، ستمبر ۲۰۱۷ء
۲۱۔الازہری ، پیر کرم شاہ ، ضیاء القرآن ، جلد دوم ص ۳۹۴
۲۲۔ڈاکٹر وحید عشرت،اقبال فلسفیانہ تناظر میں،ادرہ مطبوعات اسلامی،اردو بازار لاہور، مارچ ۲۰۰۹، صفحہ : ۲۶۷
۲۳۔تدبر قرآن ، جلد ۹ ، ص ۱۶۳ ، لاہور ، ۱۹۸۳ء
۲۴۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ، تفہیم القرآن ، جلد 2سورہ النبا، پارہ ۳۰ص ۲۲۹ ، ۲۳۰،آیت نمبر : ۲۳حاشیہ نمبر: ۱۵، ادارہ ترجمان القرآن ،لاہور، اپریل ۲۰۱۹ء
۲۵۔خطباتِ اقبال پر ایک نظر۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی،اقبال اکادمی پاکستان،لاہور، طبع ثانی ۱۹۸۷، ص:۵۸
۲۶۔ایضاً ص : ۵۸۔۵۹
۲۷۔ایضاً ص:۵۹۔ ۶۰
۲۸۔ایضاً ،ص:۶۱
۲۹۔خطباتِ اقبال پر ایک نظر۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی،اقبال اکادمی پاکستان ،لاہور، طبع ثانی ۱۹۸۷، ص ۴۲
۳۰۔ایضاً، ص: ۵۴ تا ۵۷
۳۱۔ حکمتِ قرآن (ماہانہ مجلہ)، ڈاکٹر اسرار احمد، جلد 2، شمارہ جون ۱۹۸۷ء، ص :۳۲
۳۲۔ دیکھئے : 'قرآن اور علمِ جدید 'ڈاکٹر محمد رفیع الدین،ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ لاہور، طبع اول ۱۹۵۲، ص: ۳۴۱
۳۳۔ایضاً ص : ۳۴۶۔ ۳۴۷
۳۴۔ دیکھئے اقبال کے فہمِ اسلام پر اعتراضات ایک مطالعہ ،اقبال اکیڈمی پاکستان ،لاہور، طبع اول ۲۰۱۶، صفحات ۹۸ تا ۱۰۱
۳۵۔ تفصیل کے لیے دیکھیں :خطبات اقبال، تسہیل و تفہیم سنگِ میل پبلی کشنز ،لاہور، ۲۰۱۱، صفحات ۱۳۳تا ۱۴۱